70222 ـ كيا بيوى بچوں كو اپنے سے دور ركھنا لازم ہے تا كہ وہ كفريہ ممالك ميں نہ رہيں ؟

سوال

ميں مسلمان ہوں اور ايك اسلامى ملك كى مسلمان خاتون سے شادى كى ہے، ميں نہيں چاہتا كہ بيوى اور بچے كفريہ ملك ميں رہائش اختيار كريں، ميں خود امريكہ ميں كام كرتا ہوں جہاں ميرى پيدائش ہوئى ہے، اور تقريبا مجھے تين برس تك يہيں كام كرنا ہے تا كہ ميں مستقبل كى كوئى پلاننگ كر سكوں، اس كے بعد ہى ميں كسى اسلامى ملك ميں تعليم حاصل كر سكتا ہوں، اور اس اسلامى ملك ميں رہ سكتا ہوں جہاں كى ميرى بيوى ہے، ان شاء اللہ.
ميرا سوال يہ ہے كہ اگر ميں اپنى بيوى كو واپس جا كر اپنے اسلامى ملك ميں رہنے پر مجبور كرتا ہوں اور خود يہاں امريكہ ميں رہوں (اور يہاں ويزٹ پر مجھے ملنے كے ليے آنے سے منع كروں) اور جتنى دير ميں يہاں رہتا ہوں بچوں كى تربيت اسلامى ملك ميں ہى ہو، ميں ہر سال صرف دو ماہ كے ليے انہيں ملنے جايا كروں تو كيا ايسا كرنا حرام تو نہيں ؟
اور كيا ميرے ليے واجب ہے كہ ميں اسے اپنے ساتھ رہنے كى اجازت دوں حالانكہ يہ ملك كفريہ اور بہت ہى برائى اور فحاشى سے اٹا ہوا ہے ؟
اور كيا بيوى كو ميرا فيصلہ قبول كرنا واجب ہے ؟
آپ سے گزارش ہے كہ آپ اس موضوع كے متعلق كتاب و سنت سے دلائل بھى ديں ہو سكتا ہے اس سے ہميں اس موضوع كو سمجھنے ميں اور آسانى ہو جائے.

پسنديدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

كفريہ ممالك ميں رہائش اختيار كرنے ميں كوتاہى سے كام نہيں لينا چاہيے، كيونكہ وہاں رہنے كے نتيجہ ميں مسلمان كے دين اور اس كے عقيدہ پر غلط اثر پڑتا ہے، اور اسى ليے رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے كفار كے مابين رہائش اختيار كرنے سے بچنے كا كہا ہے.

رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے فرمايا:

" ميں ہر اس مسلمان شخص سے برى ہوں جو مشركوں كے درميان رہائش اختيار كرتا ہے "

سنن ابو داود حدیث نمبر (2645) علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح ابو داود میں اسے صحیح قرار دیا ہے.

لیکن کچھ ایسے حالات ہیں جن میں مسلمان شخص کے لیے کفریہ ممالك میں رہائش اختیار کرنا جائز ہوگا، لیکن اس میں بھی کچھ شروط و قیود پائی جاتی ہیں: کہ مسلمان شخص کے دین اور عقیدہ پر کوئی اثر نہ پڑے، اس کی مزید تفصیل دیکھنے کے لیے آپ سوال نمبر (13363) اور (27211) کے جوابات کا مطالعہ کریں.

دوم:

آپ کو چاہیے کہ اپنے بیوی بچوں کو اپنے پاس رکھ کر ان کی تعلیم و تربیت اور دیکھ بھال کرنے، اور اپنے آپ کو ان کی بنا پر فتنہ وفساد سے محفوظ رکھنےکی مصلحت اور ان کا اس کفریہ ممالك میں رہنے کے نتیجہ میں جو خرابی پائی جاتی ہے کہ ان کے دین اور اخلاق میں بگاڑ پیدا ہونا ممکن ہے اس میں مقارنہ ضرور کریں.

اور یہ بھی مدنظر رکھیں کہ آپ کا اس پرفتن معاشرے میں اکیلا رہنا کیسا ہوگا، اور اس کے ساتھ ساتھ آپ اپنے گھر والوں سے بھی مشورہ ضرور کریں اور پھر کسی فیصلہ تك پہنچے، اور پھر آپ دونوں اللہ کے تقوی و پرہیزگاری کی رغبت رکھتے ہوئے وہ اختیار کریں جو اللہ کو راضی کرنے کا باعث بنے.

اس طرح اگر آپ کو یہ راجح معلوم ہو کہ انہیں اس ملك سے دور رکھنا ہی افضل و بہتر ہے تو انہیں ان کے اسلامی ملك بھیج دیں تو اس میں آپ پر کوئی حرج نہیں ہوگا، اور آپ کی بیوی کو آپ کا فیصلہ مانتے ہوئے آپ کی اطاعت کرنا ہو گی.

کیونکہ معصیت و نافرمانی کے علاوہ ہر کام میں بیوی کو خاوند کی اطاعت کرنی لازم ہے اس کے کتاب و سنت میں بہت سارے دلائل پائے جاتے ہیں، جن میں سے چند ایك ذیل میں دیے جاتے ہیں:

مسند احمد اور مستدرك حاکم میں مروی ہے کہ حصین بن محصن بیان کرتے ہیں کہ ان کی پھوپھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایك کام کے لیے آئی جب وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا:

" کیا تم شادی شدہ ہو ؟

تو انہوں نے عرض کیا: جی ہاں.

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" تم اپنے خاوند کے لیے کیسی ہو ؟

تو انہوں نے عرض کیا: میں اس کے حق میں کوئی کوتاہی نہیں کرتی، الا یہ کہ میں عاجز ہو جاؤں.

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" تم یہ خیال رکھو کہ تم اس کے ہاں کیسی ہو ؟

کیونکہ وہ تمہارا خاوند تمہاری جنت اور جہنم ہے "

مسند احمد حدیث نمبر (18233) علامہ البانی رحمہ اللہ صحیح الترغیب و الترھیب حدیث نمبر (1933) میں اسے صحیح قرار دیا ہے، اور امام منذری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو جید کہا ہے.

آلوہ: کا معنی یہ ہے کہ میں اس کے حق میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتی.

اور ایك حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" عورت کے لیے جائز نہیں کہ خاوند کی موجودگی میں خاوند کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے "

صحیح بخاری حدیث نمبر (5195).

علامہ البانی رحمہ اللہ اس حدیث پر تعلیقا کہتے ہیں:

" جب عورت پر قضائے شہوت میں اپنے خاوند کی اطاعت واجب ہے تو پھر اس سے بھی اہم اشیاء میں اس کی اطاعت بالاولی واجب ہوگی، جس میں اولاد کی تعلیم و تربیت اور گھر کی اصلاح وغیرہ دوسرے واجب کردہ حقوق شامل ہیں " انتہی

دیکھیں: آداب الزفاف (282).

مزید آپ سوال نمبر (43123) کے جواب کا مطالعہ ضرور کریں.

دوم:

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" جب فتنہ و فساد سے امن والی جگہ ہو تو خاوند کا اپنی بیوی سے دور جانے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر بیوی اسے چھ ماہ سے زائد عرصہ دور رہنے کی اجازت دے تو کوئی حرج نہیں، لیکن اگر بیوی اپنے حقوق کا مطالبہ کرے اور اسے آنے کا کہے تو پھر خاوند کے لیے چھ ماہ سے زائد غائب رہنے کا حق نہیں ہے.

لیکن اگر کوئی عذر ہو مثلا بیمار ہو یا کوئی اور عذر تو پھر ضرورت کو خاص احکام حاصل ہیں، بہر حال اس میں حق بیوی کا ہے، جب وہ اجازت دے دے اور وہ امن و امان والے علاقے میں ہو تو خاوند پر کوئی گناہ نہیں، چاہے زیادہ عرصہ بھی غائب رہے " انتہی

ماخوذ از: فتاوی العلماء فی عشرة النساء (106).

واللہ اعلم .